۱۹ ربیع الآخر ۱۴۴۸ھ / 02 اکتوبر 2026ء

تکریمِ اساتذہ...

اسلامی تہذیب کا حُسن

(عالمی یومِ اساتذہ/Teacher's Day کے تناظر میں)

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری گیٹ لاہور

گزشتہ خطبات حاصل کرنے کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کریں: khutbatenizamiacom/ یا QR code سکین کریں:

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان Join our channel
مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان Follow our Acount
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ... [الجمعۃ2:62]

زندگی گزارنے کے طریقوں (Lifestyles) اور رسم ورِواج کو ثقافت و تہذیب (Culture/Civilization) کہا جاتا ہے۔[1] ہر قوم کی کچھ مخصوص اَقدار ہوتی ہیں، جن کا اِظہار اُس قوم کے عقائد، زبان، خاندانی تعلقات، رہن سہن، عُلوم وفُنون اور اَخلاق وعادات وغیرہ سے ہوتا ہے... تاہم اس حقیقت میں نہ تو کوئی مُبالَغہ آرائی ہے اور نہ ہی کسی قسم کے شک وشُبہ کی گنجائش کہ اسلامی تہذیب تمام ثقافتوں سے برتر، اعلیٰ، پاکیزہ ترین اور قیامت تک باقی رہنے والی تہذیب ہے، دنیا کی کوئی بھی تہذیب نہ تو اِس کا مقابلہ کر سکی ہے اور نہ ہی قیامت تک کر سکے گی۔

اسلامی تہذیب کی برتری اِس بات سے بھی روزِ روشن کی طرح عَیاں ہوتی ہے کہ باقی تمام طور طریقے انسانوں کے خود ساختہ ہیں، جب کہ اسلامی تمدُّن اللہ تعالیٰ کے احکام کے عین مطابق سرکارِ دوعالَم ﷺ کا عطا کردہ ہے۔ مخلوق کے محدود علم کو باری تعالیٰ کے لامحدود علم سے کوئی نسبت نہیں، یوں ہی بندوں کی بنائی ہوئی ثقافتوں کو ربِّ کریم کی عطا کردہ کامل تہذیب سے کوئی مُناسَبت نہیں ہو سکتی۔

ابتدائی دَور کے مسلمانوں نے دل وجان سے اسلامی تہذیب کو اپنایا تو وہ اخلاق وکردار کی اُن بلندیوں پر فائز ہوئے کہ دُنیا ہمیشہ اُن کی مثالیں پیش کرتی رہے گی.... دوسری طرف ہم اسلامی تہذیب پر مغربی کلچر کو ترجیح دینے لگے ہیں تو اِس کے منفی اثرات نسلِ نَو کے اخلاق وکردار میں واضح دکھائی دے رہے ہیں۔

مغربی تہذیب اپنانے سے جو اخلاقی زوال رُونما ہوا اُس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ نوجوان اپنے اساتذہ کی تعظیم وتکریم اور اُن کا بلند مقام سمجھنے سے غافل ہوتے جارہے ہیں۔ دینی تعلیم کی برکت سے بیشتر مدارِس کا ماحول اب بھی کافی حد تک محفوظ اور بہتر ہے، مگر عصری تعلیمی اِداروں کی صورتِ حال یہ ہے کہ بیشتر سٹوڈنٹس اپنے اساتذہ کو اِدارے کے ایک ملازِم سے زیادہ حیثیت نہیں دیتے۔

05 اکتوبر کو دُنیا بھر میں "یومِ اساتذہ" (Teacher's Day) کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اِس موقع پر یہ بات کہنا بالکل بجا ہے کہ استاذ کو جو عزّت وتکریم اسلامی تہذیب عطا کرتی ہے دُنیا کی کوئی بھی دوسری تہذیب اُسے ایسا وَقار نہیں دیتی۔

آج ہمیں ضرورت ہے کہ زندگی کے تمام اُمور میں اسلامی تہذیب اپنائیں، خصوصًا تعلیمی مُعاملات میں قرآن وسنّت کی ہدایات پر عمل کریں، اِس سے علم میں برکت بھی نصیب ہوگی، اساتذہ کا وَقار بھی بحال ہوگا اور دونوں جہان کی سرفرازی بھی عطا ہوگی۔

چنانچہ آج کا خطبہ "تکریمِ اساتذہ... اسلامی تہذیب کا حُسن" کے عنوان سے ہوگا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

---

[1] عرفِ عام میں لفظِ "تہذیب" زیادہ تر اِسی معنی میں استعمال ہوتا ہے، تاہم اِس کے دیگر لغوی واصطلاحی معانی بھی موجود ومستعمل ہیں۔

عظمتِ اساتذہ

انسان کی فضیلت و عظمت کا مِعیار اُس کا عمل و کردار ہوتا ہے۔ جو شخص عظیم الشان اعمال انجام دے وہ خود بھی عالی شان قرار پاتا ہے، جب کہ گھٹیا کاموں میں مبتلا شخص کا مرتبہ گر جاتا ہے، حتّٰی کہ وہ بعض اوقات انسانی تکریم کا بھی مستحق نہیں رہتا۔

استاذ کی عظمت سمجھنے کے لیے غور کیجیے کہ وہ کیا عمل کرتا ہے؟ وہ علم تقسیم کرتا ہے، خیر کے راستے کھولتا ہے، نئی نسل کو اَفکار و کردار کی بلندیوں تک لے جاتا ہے اور قوم کا مستقبل سنوارتا ہے۔ علم حاصل کرنا اور اُسے دوسروں تک پہنچانا اللہ تعالٰی کے پسندیدہ ترین اعمال میں سے ہے؛ اِسی لیے خیر کی تعلیم دینے والے اساتذہ کو ربِّ کریم کے حضور خاص عزّت و وَجاہت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ مخلوق کو بھی اُن کی قدر و منزلت جاننی چاہیے اور اُن کے مَقام و مرتبے کو پہچاننا چاہیے۔

مُعَلِّمِ کائنات ﷺ: مُعلِّمین، یعنی علم عطا کرنے والوں کی عظمت اِس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ خالقِ کائنات نے امام الانبیا ﷺ کی تعریف و توصیف فرماتے ہوئے اور آپ کا منصبِ جلیل بیان کرتے ہوئے کئی آیاتِ مقدّسہ میں ارشاد فرمایا: وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ ”رسولِ مکرّم ﷺ لوگوں کو کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں۔“[1]

چنانچہ خیر سکھانے والا استاذ کس قدر خوش نصیب ہے! کہ وہ انبیائے کِرام علیہم السلام کے مقدّس مشن کو فَروغ دیتا ہے اور سرورِ عالَم ﷺ کی نِیابت و جانشینی کا اِعزاز حاصل کرتا ہے۔

مخلوق کی دُعائیں: مُعلّمِ خیر کی عظمت و رِفعت کا اندازہ اِس بات سے کیجیے کہ اُس کے لیے تمام آسمانی و اَرضی مخلوقات استغفار اور دُعائے خیر کرتی ہیں۔

سیدنا ابو اُمامہ صُدَیّ بن عَجلان باہِلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں دو افراد کا ذکر ہوا کہ ایک (فرض علوم جاننے والا) عبادت گزار ہے اور دوسرا (فرائض و واجبات کا پابند) عالمِ دین ہے (اِن میں سے کون افضل ہوگا؟)۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

❖ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلٰى أَدْنَاكُمْ۔ ”جس طرح مجھے تم میں سے ادنٰی پر فضیلت حاصل ہے ایسے ہی عالِم کو عابد پر فضیلت حاصل ہے۔“ (یہ کلمات محض عزّت افزائی کے لیے ہیں، ورنہ کہاں حضور ﷺ اور کہاں باقی تمام مخلوق!)

❖ إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهٗ وَأَهْلَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرَضِيْنَ، حَتَّى النَّمْلَةَ فِيْ جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ۔ ”لوگوں کو بھلائی (دین) سکھانے والے پر اللہ تعالٰی رحمت فرماتا ہے اور اُس کے لیے فرشتے، نیز آسمان و زمین والے، حتّٰی کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں (پانی میں) اُس کے لیے استغفار و دُعا کرتی ہیں۔“ (جامع ترمذی: 2685، حسن لغیرہٖ)

---

[1] ملاحظہ کیجیے: البقرۃ 2:129، 151۔ اٰلِ عمرٰن 3:164۔ الجمعۃ 62:102

اساتذہ کا انتخاب

"یومِ اساتذہ"(Teacher's Day) کی مُناسَبَت سے یہ شعور بیدار کرنا بھی ضروری ہے کہ دینِ متین ہمیں استاذ کے انتخاب سے متعلّق بھی واضح ہدایات عطا کرتا ہے، بالخصوص دینی اُمور سیکھنے کے لیے مُعلّم کا انتخاب انتہائی حسّاس اور اَہَمّ مُعاملہ ہے۔

استاذ کا چناؤ اِس لیے اَہَمّ ہے کہ وہ فقط کتابیں نہیں پڑھاتا، بلکہ شاگرد کی شخصیّت اور اَفکار کی تشکیل میں بھی مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ استاذ کے نظریات پختہ ہوں تو شاگرد کا عقیدہ بھی سنور جاتا ہے، جب کہ استاذ راہِ راست سے بھٹکا ہوا ہو تو تلمیذ کو بھی گمراہی کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے۔ یوں ہی اگر اُستاذ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور شریعت کا پابند ہو تو طالبِ علم کو بھی اِن اوصافِ حمیدہ سے وافِر حصّہ ملتا ہے، لیکن اگر ٹیچر بد کردار و بے باک ہو تو طالبِ علم بھی معاذ اللہ بُرائیوں کا عادی بنتا ہے۔

چنانچہ ہم خود علم حاصل کرنا چاہیں یا بچوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کریں، بہر صورت یہ بات نہایت ضروری ہے کہ صحیح العقیدہ، باکردار اور اچھی تربیت کرنے والے معلّم کا انتخاب کیا جائے، ورنہ دونوں جہان میں رُسوائی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ استاذ کا انتخاب حقیقت میں اپنی اور اپنی نسل کے تابناک یا تاریک مستقبل کا فیصلہ ہے۔

انتخابِ اساتذہ کے نتائج: فقیہِ اُمّت، صاحبِ نعلَین و وِسادہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

- لَا يَزَالُ النَّاسُ صَالِحِيْنَ مُتَمَاسِكِيْنَ مَا أَتَاهُمُ الْعِلْمُ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَمِنْ أَكَابِرِهِمْ۔ یعنی جب تک لوگ صحابۂ کرام علیہم الرضوان اور بزرگانِ دین سے علمِ دین حاصل کریں گے تب تک نیک اور مُتّحد رہیں گے۔
- فَإِذَا أَتَاهُمْ مِّنْ أَصَاغِرِهِمْ هَلَكُوْا۔ جب نااہل لوگوں سے دین سیکھیں گے تو ہلاکت و گمراہی میں مبتلا ہو جائیں گے۔

(المعجم الکبیر، حدیث:8590۔ المعجم الاوسط، حدیث:7590۔ رِجَالُهٗ مُوَثَّقُوْنَ، مجمع الزوائد:569)

غیبی خبر: رازدارِ رسول سیدنا حُذَیفہ بن یَمان رضی اللہ عنہما کے ارشاد کا خلاصہ ہے کہ مَیں شر سے بچنے کے لیے اُس سے متعلّق کثرت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے پوچھتا تھا۔ ایک مرتبہ مَیں نے خیر و شر کے بارے میں پوچھا تو رسولِ کریم ﷺ نے اُس کا جواب ارشاد فرمایا۔ پھر آپ نے بعد والے زمانے سے متعلق غیبی خبر دی: دُعَاةٌ عَلٰى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ، مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا۔[1] یعنی "کچھ لوگ جَہَنَّم میں پہنچانے والے راستے کی طرف بلائیں گے (شُبہات ڈال کر گمراہی اور شر پھیلائیں گے)، جو جہنم کی طرف اُن کی بات مان لے گا (اُن کی گمراہی کو قبول کرلے گا) وہ اُسے دوزخ میں ڈال دیں گے۔"

---

[1] جَمَاعَةٌ يَدْعُوْنَ النَّاسَ إِلَى الضَّلَالَةِ وَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ الْهُدٰى بِأَنْوَاعٍ مِنَ التَّلْبِيْسِ وَمِنَ الْخَيْرِ إِلَى الشَّرِّ وَمِنَ السُّنَّةِ إِلَى الْبِدْعَةِ وَمِنَ الزُّهْدِ إِلَى الرَّغْبَةِ۔ (مرقاۃ المفاتیح، تحت الحدیث:5382)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِن گمراہوں کی علامات پوچھیں تو حضور ﷺ نے فرمایا: هُمْ مِّنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِأَلْسِنَتِنَا۔[1] ”وہ ہمارے گروہ سے ہی ہوں گے اور ہماری ہی زبان میں کلام کریں گے (کلمہ پڑھنے والے ہوں گے اور قرآن و حدیث کی باتیں کریں گے، مگر اُن کا عقیدہ صحیح اور ایمان خالص نہیں ہو گا)۔“

سیدنا حُذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اُس وقت مَیں کیا کروں؟ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ۔ یعنی ”مسلمانوں کی جماعت (اکثریّت / سوادِ اعظم) کے عقائد و معمولات پر استقامت اختیار کرنا اور حاکمِ اسلام کی حمایت کرنا۔“[2]

(صحیح بخاری، حدیث:7084۔ صحیح مسلم، حدیث:1847)

غیر رسمی اساتذہ

لفظِ اُستاذ عمومی طور پر ایسی شخصیت کے لیے بولا جاتا ہے جو باقاعدہ طور سے مسندِ تدریس (Chair of Teaching) پر فائز ہو اور نِصابی اسباق پڑھاتا ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی دوسرے کو کچھ سکھا رہا ہے وہ اُس کا استاذ ہے، خواہ وہ کسی ادارے میں باضابطہ تدریس سے مُنسلِک ہو یا ذاتی حیثیت میں غیر رسمی طور پر کچھ سکھا رہا ہو۔

اگر غیر رسمی اساتذہ کی بات کی جائے تو ہم میں سے تقریباً ہر شخص شعوری یا غیر شعوری طور پر دوسروں کو کچھ نہ کچھ سکھا رہا ہوتا ہے۔ والد اپنی اولاد کی تربیت کرتا ہے... گھر، دفتر اور فیکٹری وغیرہ کے سربراہان اپنے ماتحت افراد پر اثر انداز ہوتے ہیں.. والیانِ مملکت کے افعال و کردار کے اَثرات تمام رَعایا پر مرتّب ہوتے ہیں۔

چنانچہ ہم میں سے ہر فرد کے لیے اپنا عقیدہ درست رکھنا اور کردار عالی شان بنانا بے حد ضروری ہے؛ تاکہ جانے اَن جانے میں ہم سے سیکھنے والے ہماری بخشش و نَجات کا ذریعہ بنیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے بُرے افعال کا اثر ماتحتوں پر پڑے اور اُن کے گناہوں کے وبال میں ہم بھی شریک ہو جائیں۔

کئی لوگ یہ کہہ کر خود کو تسلّی دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ مَیں تو عام آدمی ہوں، کوئی استاذ، راہ نما اور رول ماڈل تھوڑا ہی ہوں، میرا کردار اچھا نہ بھی ہوا تو بڑی بات نہیں۔ یہ تصوُّر فقط دل کو بہلانے والی بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح دوسروں کی باتیں ہم پر اثر انداز ہوتی ہیں، یوں ہی دوسرے بھی ہم سے سیکھتے ہیں اور ہم نہ چاہیں تو بھی ہماری باتیں دوسروں کے دل و دِماغ پر اپنا اثر چھوڑتی ہیں۔

---

[1] (هُمْ مِّنْ جِلْدَتِنَا) مَعْنَاهُ مِنْ أَهْلِ مِلَّتِنَا، ذَكَرَهُ الْأَشْرَفُ، وَهُوَ الْأَلْطَفُ۔ (مرقاۃ المفاتیح، تحت الحدیث:5382)
(وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِأَلْسِنَتِنَا) أَيْ: يَتَكَلَّمُوْنَ بِالْقُرْآنِ وَالْأَحَادِيْثِ أَوْ بِالْمَوَاعِظِ وَالْحِكَمِ، وَمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ شَيْءٌ مِّنَ الْخَيْرِ مِنَ الْاِعْتِقَادِ الصَّحِيْحِ وَالْإِيْمَانِ الْخَالِصِ۔ (لمعات التنقیح، تحت الحدیث:5382)

[2] اُنھوں نے پوچھا کہ اگر مسلمان کسی کی امامت پر متفق نہ ہوں تو کیا کروں؟ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ فرقوں سے جدا رہنا اور عقائدِ حقّہ پر استقامت اختیار کرنا۔

اساتذہ کے حقوق

اساتذہ قوموں کے محسن ہیں اور احسان کرنے والے کا حق بہت عظیم ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمیں یہ تربیت بھی حاصل کرنی چاہیے کہ دینِ متین نے ہمیں اساتذہ کے حقوق اور اُن سے حُسنِ سُلوک کے بارے میں کیا ہدایات عطا کی ہیں۔ استاذ کے چند حقوق یہ ہیں:

1) تعظیم وتکریم: استاذ کا ایک بنیادی حق یہ ہے کہ اُس کی تعظیم و تکریم کی جائے؛ کیونکہ استاذ کی عزّت وتوقیر حقیقت میں اُس کے سکھائے ہوئے علم کی تکریم ہے اور علم کی تعظیم ربِّ کریم کی رِضا، علم میں برکت اور دونوں جہان میں سرفرازی کا ذریعہ ہے۔ استاذ کی تعظیم میں کئی اُمور شامل ہیں:

i. اُس سے بات کرتے وقت اچھے الفاظ کا انتخاب کیا جائے، انداز ادب والا ہو اور آواز مناسب ہو۔

ii. نشست وبرخاست میں اُستاذ کا ادب پیشِ نظر رہے... حتّی الامکان اُس کی طرف پُشت نہ کی جائے، پاؤں نہ پھیلائے جائیں اور اُس کے سامنے اُس سے بلند و نمایاں جگہ پر بیٹھنے سے گریز کیا جائے۔

iii. استاذ کی موجودگی یا عدم موجودگی میں ایسی بات نہ کہی جائے اور نہ ایسا طرزِ عمل اختیار کیا جائے جو اُس کی دل آزاری کا سبب بنے۔

iv. اگر علمی اختلافِ رائے ہو تو طعن و تشنیع اور گستاخانہ انداز اختیار کرنے کے بجائے حُدود میں رہتے ہوئے احترام وشائستگی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کیا جائے۔

v. اگر کسی مسئلے میں شاگرد کی معلومات استاذ سے زیادہ ہوں تب بھی اپنی علمی برتری جتانے کی ہرگز کوشش نہ کی جائے۔

vi. استاذ سے ملاقات یا گفتگو کے لیے اُس کی مصروفیات اور اوقات کا لحاظ رکھا جائے۔

vii. اگر اُستاذ کسی وجہ سے ڈانٹے یا تربیت کے لیے سختی کرے تو صبر و تحمل سے کام لیا جائے۔

viii. انسان ہونے کے ناطے اگر استاذ سے کوئی لغزش ہو جائے تو اُس کا چرچا کرنے سے گریز کیا جائے، چشم پوشی سے کام لیا جائے اور اُس کی عزّتِ نفس کا لحاظ رکھا جائے۔

مأمون الرشید کا سبق آموز واقعہ: ساتویں عباسی خلیفہ مأمون الرشید عبد اللہ دیگر متعدد خوبیوں کے ساتھ ساتھ علم دوست اور اہلِ علم کے قدر دان بھی تھے۔ اُنھوں نے اپنے بچوں کو علمِ نحو کی تعلیم دلوانے کے لیے نحو کے مشہور امام، ابوزکریا فرّاء علیہ الرحمہ کی خدمات حاصل کیں۔ ایک دن استاذِ گرامی کسی کام سے جانے لگے تو دونوں شہزادے اُن کے جوتے اُٹھانے کے لیے تیزی سے آگے بڑھے، پہلے دونوں میں سے ہر ایک اس بات پر بضد تھا کہ مَیں استاذِ گرامی کو جوتے پیش کروں گا، پھر اُنھوں نے آپس میں طے کر لیا کہ ایک جوتا مَیں پیش کرتا ہوں، دوسرا تم کر دو!

مأمون الرشید کو پتا چلا تو وہ نہایت خوش ہوا، اُس نے بعد میں ایک موقع پر شہزادوں کے استاذِ گرامی سے کہا: مَنْ أَعَزُّ النَّاسِ؟

سب سے زیادہ معزّز و محترم شخص کون ہے؟ استاذ نے فرمایا: میری نظر میں تو خلیفۂ وقت کی عزّت سب سے بڑھ کر ہے۔ مأمون نے کہا: بَلٰی! مَنْ إِذَا نَهَضَ تَقَاتَلَ عَلٰی تَقْدِيْمِ نَعْلَيْهِ وَلِيًّا عَهْدِ الْمُسْلِمِيْنَ، حَتّٰی رَضِيَ كُلٌّ وَاحِدٍ أَنْ يُقَدِّمَ لَهٗ فَرْدًا۔ نہیں! بلکہ سب سے باعزّت وہ شخص ہے کہ جب وہ اُٹھے تو خلیفۂ وقت کے شہزادے اور ولیِ عہد اُس کی جوتیاں پیش کرنے کے لیے آپس میں ضد کرتے ہیں، حتّٰی کہ دونوں ایک ایک جوتا رکھنے کا اعزاز حاصل کرنے پر راضی ہو جاتے ہیں۔

ساتھ ہی مأمون الرشید نے استاذِ گرامی سے کہا: اگر آپ اُنھیں اپنے جوتے اُٹھانے سے روکتے تو مَیں آپ کو قصوروار ٹھہراتا، وَمَا وَضَعَ مَا فَعَلَاهُ مِنْ شَرَفِهِمَا، بَلْ رَفَعَ مِنْ قَدْرِهِمَا وَبَيَّنَ عَنْ جَوْهَرِهِمَا وَقَدْ ثَبَتَتْ لِيْ فَخِيْلَةُ الْفِرَاسَةِ بِفِعْلِهِمَا۔ یعنی استاذ کے جوتے اٹھانے سے شہزادوں کے شرف و عزّت میں کوئی کمی نہیں ہوئی، بلکہ اِس عمل نے اُن کی قدر و منزلت کو مزید بلند کر دیا ہے اور اِس سے ظاہر ہوا کہ وہ عالی ظرف و قدر دان اور فِراست و بصیرت والے ہیں۔

پھر مأمون الرشید نے ایک نہایت حسین اور تاریخی جملہ کہا: فَلَيْسَ يَكْبُرُ الرَّجُلُ - وَإِنْ كَانَ كَبِيْرًا - عَنْ ثَلَاثٍ: عَنْ تَوَاضُعِهٖ لِسُلْطَانِهٖ وَوَالِدِهٖ وَمُعَلِّمِهِ الْعِلْمَ۔ انسان چاہے کتنے ہی بڑے منصب پر فائز کیوں نہ ہو جائے، حقیقی عزّت والا شخص کبھی بھی تین افراد کے سامنے عاجزی کرنے سے تکبُّر نہیں کرتا: 1) عادل حکمران۔ 2) والدین۔ 3) اور علم عطا کرنے والا استاذ۔

پھر مأمون نے امام فرّاء علیہا الرحمہ کو شہزادوں کی بہترین تربیت اور ادب سکھانے پر دس ہزار (چاندی کے) دراہم بطورِ انعام پیش کیے۔ (تاریخ بغداد، ج:14، ص:156، دار الکتب العلمیۃ۔ المنتظم فی تاریخ الأمم والملوک، ج:10، ص:179، دار الکتب العلمیۃ)

2) **فرماں برداری:** اُستاذ کے حقوق میں سے ایک اَہَمّ حق یہ بھی ہے کہ اُس کا حکم مانا جائے۔ اپنے مُعلّم و مُربّی کی فرماں برداری سے رِضائے اِلٰہی بھی نصیب ہوتی ہے اور علم میں وُسعت و برکت بھی.. تاہم یہ اصول ہمیشہ پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی بھی اِطاعت نہیں کی جا سکتی۔ اللہ تعالٰی اور اُس کے حبیبِ مکرّم ﷺ کا حکم سب سے پہلے ہے۔

اِطاعتِ مُعلّم کی کیسی حسین تربیت ہے کہ جب سیدنا موسٰی سیدنا خَضِر عَلٰی نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِمَا الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ سے سیکھنے کے لیے تشریف لے گئے تو اُن سے پہلی بات یہ کہی: هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلٰٓى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۔ "کیا میں اِس شرط پر آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں کہ رُشد و ہدایت کا جو علم آپ کو دیا گیا ہے اُس میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیں گے؟" [الکھف 18:66]

خالقِ کائنات نے اِس مُؤدّبانہ انداز کو پسند فرماتے ہوئے اپنے کلامِ مجید کا حصّہ بنا دیا اور قیامت تک اِس کی تلاوت ہوتی رہے گی۔

3) **شکرگزاری:** ربِّ کریم جو نعمتیں اپنے بندوں کے ذریعے عطا فرماتا ہے، اُن سے متعلق اُس کا حکم ہے کہ انسان مالکِ کریم کا شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اُن بندوں کا بھی احسان مند رہے جن کو اللہ پاک نے اِنعام کا ذریعہ بنایا ہے۔

سیدنا ابو سعید سعد خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ۔ یعنی "جو بندوں کا شکریہ ادا نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بھی نہیں ہے۔" (جامع ترمذی، حدیث: 1955، صحیح لغیرہٖ)

شکر گزاری کی صورتیں: "اساتذہ کی شکر گزاری" ایسا جامع عنوان ہے جس میں کئی اُمور شامل ہیں:

i. احسان مندی: یعنی بندہ دل کی گہرائی سے یہ حقیقت تسلیم کرے کہ اُستاذ نے اُس پر احسان کیا ہے۔ جو شخص استاذ کو اپنا محسن نہ سمجھے، وہ سخت ناشکرا ہے۔

ii. مَحبَّت واُلفت: ہر ذی شعور انسان فطری طور پر اپنے محسن سے محبت کرتا ہے، چنانچہ شاگرد کا فرض ہے کہ وہ رِضائے الٰہی کے لیے اپنے مُعلّم سے مَحبَّت و مَوَدَّت رکھے۔

iii. خدمت: شکر گزاری کی ایک اَہَمّ صورت یہ بھی ہے کہ انسان اپنے استاذ کا خادم رہے، حسبِ موقع اُس کی مالی خدمت بھی کرے، وقت بھی پیش کرے اور اپنی استطاعت کے مطابق ہر جائز ذریعے سے اُسے فائدہ پہنچانے کو اپنے لیے اِعزاز سمجھے۔

iv. دل جوئی: یہ بات بھی استاذ کی شکر گزاری میں شامل ہے کہ جائز اور اچھے کاموں کے ذریعے اُسے خوش کرنے کی کوشش کی جائے اور ہر ایسے قول و فعل سے اجتناب کیا جائے جو اُس کی دل آزاری کا سبب بنے۔

v. متعلقین سے حُسنِ سلوک: علم میں برکت کا ذریعہ ہے کہ اُستاذ کے اہلِ خانہ اور اولاد کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا جائے۔

4) دُعا: اساتذہ اپنے شاگردوں، بلکہ قوموں کے محسن ہوتے ہیں اور دینِ متین سکھاتا ہے کہ احسان کرنے والوں کے حق میں دُعائیں کرنی چاہییں،[1] بالخصوص جس پر احسان کیا گیا ہو اُسے اپنے محسن کو اپنی پُر خلوص دُعاؤں میں لازمی یاد رکھنا چاہیے۔ اُساتذہ زندہ ہوں یا وفات پا چکے ہوں، بہر حال باقاعدگی کے ساتھ دن میں کم از کم ایک مرتبہ اُن کے لیے دُعائے خیر ضرور کرنی چاہیے۔ یہ اُن دُعاؤں میں سے ہے جو بارگاہِ الٰہی میں بہت جلد قبول ہوتی ہیں۔

شہزادۂ فاروقِ اعظم سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کیا: دُعَاءُ الْمُحْسَنِ إِلَيْهِ لِلْمُحْسِنِ لَا يُرَدُّ۔[2] "جس پر احسان کیا گیا اُس کی احسان کرنے والے کے حق میں دُعا ردّ نہیں کی جاتی۔"

(الفردوس بماثور الخطاب، ج:2، ص:213، حدیث:3040۔ الجامع الصغیر، حدیث:6720)

---

[1] قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِسَيِّدِنَا جَابِرٍ حِيْنَ أَخْبَرَهُ بِالْإِحْسَانِ إِلَى أَخَوَاتِهِ: فَبَارَكَ اللهُ لَكَ۔ (صحیح المسلم: 715) قال النوویؒ: وَفِيْهِ الدُّعَاءُ لِمَنْ فَعَلَ خَيْرًا وَطَاعَةً سَوَاءٌ تَعَلَّقَتْ بِالدَّاعِيْ أَمْ لَا۔ (المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج تحت الحدیث)

[2] قال العزیزی: حدیث حسن لغیرہ۔ (السراج المنیر شرح الجامع الصغیر) وضعّفه العلماءُ أيضًا، لكن يؤيّده قولُهُ ﷺ: وَمَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْرُوْفًا فَكَافِئُوْهُ، فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَا تُكَافِئُوْنَهُ فَادْعُوْا لَهُ حَتّٰى تَرَوْا أَنَّكُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوْهُ۔ (سنن أبي داؤد: 1672، إسنادہ صحیح)

حرفِ آخر: اساتذہ سے متعلق روشن دینی تعلیمات

اسلامی تہذیب دُنیا بھر کی ثقافتوں سے اعلیٰ، پاکیزہ تر اور قیامت تک باقی رہنے والی ہے۔ یہ حسین طرزِ زندگی اللہ تعالیٰ کے حکم سے امام الانبیا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عطا کیا ہے، اِسے اپنانے سے اَخلاق و کردار قابلِ رشک بن جاتے ہیں، جب کہ اِسے چھوڑ کر دوسری تہذیب کو اختیار کرنا نہ صِرف اسلام کی ناقدری ہے، بلکہ سیرت و اخلاق کے لیے بھی تباہ کُن ہے۔

اسلامی تہذیب اپنانے والوں کے پاکیزہ اوصاف کا تذکرہ ہمیشہ ایمان کو تازہ کرتا رہے گا، جب کہ مغربی تہذیب کی تباہ کاریاں اور اخلاقی تنزُّلی ہم اپنے معاشرے میں کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

مغربی کلچر کے منفی اَثرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بڑوں کی تعظیم کا جذبہ تیزی سے ختم ہوتا جارہا ہے، حتّٰی کہ دینی تربیت سے محروم افراد اپنے والدین اور اساتذہ کا مَقام و مرتبہ سمجھنے سے بھی قاصر ہیں اور یہ سب کچھ ہمارے سامنے ہے۔

05 اکتوبر کو دُنیا بھر میں "یومِ اساتذہ" (Teacher's Day) کے طور پر منایا جاتا ہے۔ چنانچہ اِس موقع پر اسلامی تعلیمات کے تناظر میں اساتذۂ کرام کے احترام کا جذبہ بیدار کرنے کے لیے آج تکریمِ اساتذہ سے متعلق کچھ باتوں کا تذکرہ کیا گیا۔ چند اَہَمّ نِکات یہ ہیں:

1) خیر و بھلائی کی تعلیم انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَات کا نَصْبُ العین (Mission) ہے۔ چنانچہ مُعلّمینِ خیر انبیاءِ کرام کے جانشین ہیں، ربِّ کریم بھی اِن کی عزّت افزائی فرماتا ہے اور فرشتوں سمیت زمین و آسمان کی تمام مخلوقات اِن کے لیے دُعائیں کرتی ہیں؛ لہٰذا ہمیں بھی بھلائی سکھانے والے اساتذہ کے مقام و مرتبے کو پہچاننا چاہیے۔

2) دینِ متین اساتذہ کو تاکید فرماتا ہے کہ وہ اپنے مَنْصَب کے تقاضوں کا احساس کرتے ہوئے بہترین کردار کے حامل بنیں، خوش اخلاقی کو اپنا شِعار بنائیں اور اپنے تلامذہ پر مُشفِق و مہربان رہیں۔ اُن کا منصب عالی ہے تو کردار بھی مثالی ہونا چاہیے۔

عصری تعلیمی اِداروں میں تربیت کا جو فُقدان اور حیا سوز ماحول ہے، اُس پر تمام ذمّہ داروں کو گہرا غور کرنا چاہیے۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

شکایت ہے مجھے یا ربّ! خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاک بازی کا[1]

3) شاگرد اپنے استاذ سے صِرف کتابیں نہیں پڑھتا، بلکہ اُس کے افکار و کردار کے سانچے میں اپنے عقائد و نظریات اور اخلاق و کردار کو بھی ڈھالتا ہے۔ چنانچہ اپنے اور اپنے بچوں کے تعلیمی مراحل کے لیے ہمیشہ ایسے استاذ کا انتخاب کرنا چاہیے جس کا عقیدہ درست اور کردار پاکیزہ ہو؛ تاکہ اُس کی اچھی تربیت سے شاگرد کی دُنیا بھی سنورے اور آخرت بھی۔

---

[1] الٰہی! مجھے تعلیمی اِداروں کے سربراہان سے متعلق یہ شکایت ہے کہ اِن کا نظامِ تعلیم بے ہودہ ہے اور یہ اُونچی اُڑان والے بچوں کو پستی کا سبق پڑھا رہے ہیں۔

4) اگرچہ نِصاب پڑھانے والے اساتذہ کی تعداد دیگر افراد کے مقابلے میں محدود ہے، مگر یہ حقیقت ہے کہ غیر رسمی طور پر ہر شخص دوسروں سے کچھ نہ کچھ سیکھتا ہے اور دوسروں کو کچھ نہ کچھ سکھاتا بھی ہے؛ لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کا فرض بنتا ہے کہ وہ درست عقائد سیکھے اور اپنے کردار کو پاکیزہ بنائے؛ تاکہ دوسرے اُس سے اچھی بات ہی سیکھیں۔ کیا معلوم ہماری کوئی اچھی بات کسی دوسرے کے دل میں اُتر جائے، وہ اُس پر عمل کرے اور یہی چیز ہماری مغفرت و نَجات کا ذریعہ بن جائے۔

5) اساتذہ کے حقوق بہت عظیم ہیں اور اُن میں سے ایک تعظیم و تکریم بھی ہے۔ چنانچہ شاگرد کو چاہیے کہ:

i. استاذ سے بات کرتے وقت اچھے الفاظ کا انتخاب کرے، انداز ادب والا ہو اور آواز مناسب ہو۔
ii. نشست و برخاست اور دیگر اُمور میں اپنے معلّم کا ادب پیشِ نظر رکھے۔
iii. کوئی ایسی بات یا کام نہ کرے جس سے استاذ کی دل آزاری ہو۔
iv. اگر علمی اعتبار سے رائے مختلف ہو تو بھی حُدود میں رہتے ہوئے احترام و شائستگی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کرے۔
v. کبھی بھی استاذ کے سامنے اپنی علمی برتری جتانے کی ہرگز جرأت نہ کرے۔
vi. استاذ سے ملاقات یا گفتگو کے لیے اُس کی مصروفیات اور اوقات کا لحاظ رکھے اور اُس کی ڈانٹ پر صبر و تحمل سے کام لے۔
vii. اگر استاذ سے کوئی لغزش ہو جائے تو چشم پوشی سے کام لے اور اُس کی عزّتِ نفس کا خیال رکھے۔

6) جائز باتوں، خصوصًا تعلیم و تربیت سے متعلق اُمور میں استاذ کی فرماں برداری کرنا دونوں جہان کی سعادت کا ذریعہ ہے۔

7) شاگرد کے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ استاذ کا شکر گزار رہے۔ چنانچہ:

i. دل کی گہرائی سے یہ حقیقت تسلیم کرے کہ اُستاذ نے اُس پر احسان کیا ہے۔
ii. رِضائے الٰہی کے لیے اُس سے مَحبَّت و مَوَدَّت رکھے۔
iii. حسبِ موقع اُس کی مالی خدمت کرے، وقت پیش کرے اور دیگر جائز ذرائع سے بھی اُسے فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے۔
iv. اچھے کاموں کے ذریعے اُسے خوش کرنے کی کوشش کرے۔
v. اُس کے اہلِ خانہ اور اولاد کے ساتھ حُسنِ سلوک کو اپنے لیے اِعزاز سمجھے۔

8) اساتذہ سمیت تمام محسنین کے لیے دُعائے خیر کرتے رہنا دین و دُنیا کی سرفرازی کا ذریعہ ہے اور بارگاہِ الٰہی میں بہت مقبول عمل ہے۔

یہ باتیں کوئی فرضی داستان یا افسانہ نہیں ہیں، بلکہ اسلامی تاریخ اپنے اساتذہ کے ساتھ مَحبَّت، ادب اور عقیدت کی ایسی لازوال مثالوں سے بھری پڑی ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ اِس کی جھلک اب بھی بیشتر دینی مدارس میں موجود ہے۔

شرعی مسئلہ: مَرد کا کسی خاتون کو یا خاتون کا کسی مَرد کو پڑھانا تب جائز ہے جب بدنگاہی، بے پردگی اور تنہائی وغیرہ کوئی بھی شرعی خرابی نہ ہو۔ اگر بدنگاہی یا غیر محرم کے ساتھ تنہائی یا بے پردگی وغیرہ ہو تو یہ اندازِ تدریس ناجائز و گناہِ کبیرہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نبیِ مکرّم ﷺ سے ہم تک دینی علوم پہنچنے کا ذریعہ بننے والے تمام مسلمانوں کے درجات میں بے پناہ بلندیاں عطا فرمائے! ہمیں مکمل طور پر اسلامی تہذیب اپنانے کی توفیق سے نوازے! اور اپنے اساتذہ و محسنین سمیت تمام بزرگوں کا دل و جان سے احترام کرنے کی سعادت سے بہرہ مند فرمائے!

خالقِ کائنات تمام اُمتِ مسلمہ کو ہر طرح کی آفات سے نَجات عطا کرے! خصوصًا پاکستان کی مَعاشی مشکلات کو آسان فرمائے اور حوادِثِ زمانہ سے اِس کی حفاظت فرمائے! ربِّ کریم اہلِ پاکستان کو ہر قسم کی اندرونی و بیرونی سازشوں سے محفوظ رکھے، اِسے امن و سلامتی کا گہوارہ بنائے! اور تمام اربابِ اختیار کو اسلام کا خدمت گزار اور عوام کا خیر خواہ فرمادے!

قادرِ مطلق مسلمانوں میں جذبۂ جہاد بیدار فرمائے! اہلِ غـــزہ سمیت دُنیا بھر کے مظـلوم مـسلمانوں کی مدد فرمائے، امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ کے شر سے اُمّت کو محفوظ رکھے! اور اسرائیل کو تمام اتحادیوں سمیت نشانِ عبرت بنائے!

آمین بجاہِ النّبیِّ الکریم ﷺ!